



وہ ایک صفحہ کونسا ہے؟

مفتی منیب الرحمن

ہمارے ہاں آئے روز کہا جاتا ہے: ”ریاست کے تمام ادارے ایک بیج پر ہیں“۔ ہمیں نہیں معلوم وہ ایک صفحہ کونسا ہے، جس پر ہماری ریاست کے تمام اکابر یکجا ہیں۔ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے، تو روز اس کے تکرار کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟۔ ایک کہاوت ہے: ”جب کوئی کہے: مجھ پر یقین کرو تو شک ہونے لگتا ہے اور جب قسم کھا کر یقین دلائے تو جھوٹ کا یقین ہو جاتا ہے“۔ سو بار بار کا تکرار شبہات میں اضافہ کرتا ہے اور پھر ظاہری قرائن اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ جہاں تک موجودہ یکجائی کا تعلق ہے، یہ ڈولڈ ٹرمپ کی مہربانی سے ہے، اپنے اندر کی تحریک اور صدق دل سے جو یکجائی ہوتی ہے، اُس کا رنگ روپ جدا نظر آتا ہے۔ اسی کو انگریزی میں ”Blessing in disguise“ اور فارسی میں: ”عدو شترے بر انگیزد کہ خیر مادر اں باشد“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی دشمن کوئی شر پیدا کرتا ہے اور ہمارے لیے اُس میں سے خیر کی صورت برآمد ہو جاتی ہے، سو یہاں بھی صورت حال یہی ہے۔ ہم تمام مکاتب فکر کے مدارس کی تنظیمات کے لوگ جب اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے مشترکہ پلیٹ فارم سے حکومت سے مکالمہ کرتے ہیں، تو میں حکمرانوں سے کہتا ہوں: ”ہمارا یہ اتحاد آپ کی مہربانی سے ہے، ہم اپنے اپنے انداز سے کام کر رہے ہوتے ہیں کہ آپ کو محض بیرونی دباؤ پر بلا ضرورت چھیڑ چھاڑ کی سوجھتی ہے اور احساس تحفظ ہمیں یکجا کر دیتا ہے“۔ کاش کہ حقیقت میں لفظاً اور معنی ہماری ریاست کے تمام ستون پارلیمنٹ یعنی مُقَنَّنہ، ایگزیکٹو یعنی مُنَظَّمہ، عدلیہ اور دفاعی ادارے اس طرح یکجا ہو جائیں کہ قول و فعل اور فکر و عمل میں کوئی تضاد دور دور تک نظر نہ آئے، ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کی فضا قائم ہو۔ مصنوعی بے اعتمادی پیدا کرنے یا تھوڑی بے اعتمادی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے میں ہمارے میڈیا کا بھی بہت بڑا دخل ہے، کیونکہ یہ اُن کی کاروباری ضرورت ہے، خواہ اس کی قیمت ملک کو ناقابل تلافی نقصان کی صورت میں برداشت کرنی پڑے، سو مجھ ایسے کم فہم کو آج بھی اُس ایک صفحے کی تلاش ہے، جس پر ہمارے وطن عزیز کے تمام اساطین (Pillars) حقیقت میں یکجا نظر آتے ہوں، آپ اسے ہماری لاعلمی یا کم علمی پر محمول کر سکتے ہیں۔

عزت مآب چیف جسٹس آف پاکستان جناب ثاقب ثار آج کل عوامی مفاد کے کاموں (یعنی خالص پانی، پاؤڈر کا خالص دودھ، خالص دوائیں، میڈیکل کالجوں اور اسپتالوں کا معیار بہتر بنانے) میں جُتے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ سب کچھ ٹھیک کر کے دم لیں گے۔ اُن کی خدمت عالیہ میں بعد ادب عرض ہے کہ انتہائی اخلاص و نیک نیتی کے باوجود ایک آدمی سب کچھ ٹھیک نہیں

کر سکتا، پنجاب میں وزیر اعلیٰ جناب شہباز شریف نے یہی شعرا اختیار کر رکھا ہے، لیکن انجام کار انیس بیس یا اٹھارہ بیس سے زیادہ کا فرق نظر نہیں آتا۔ حقیقی تبدیلی اور بہتری تب آتی ہے جب ریاست کے تمام ادارے، نظام حکومت کے تمام محکمے اور شعبے اور با اختیار سرکاری اہلکار اپنی اپنی جگہ ٹھیک ٹھیک کام کر رہے ہوں اور ان سب کی اصلاح کا مدار نظام عدل کی اصلاح پر ہے۔ کاش کہ عزت مآب چیف جسٹس آف پاکستان سب سے ٹحلی عدالت سے لے کر عدالت عظمیٰ تک کی اصلاح کو اپنی تمام کاوشوں اور تنگ و تاز کا محور بنائیں، سپریم کورٹ آف پاکستان اور تمام ہائی کورٹس کے معزز جج صاحبان کو مختلف علاقے تفویض کریں جہاں وہ ٹحلی سطح پر جا کر نظام عدل کی خرابیوں کا جائزہ لیں اور اصلاح کا عمل شروع کریں۔

اسلام تعلیم دیتا ہے: ”اور اللہ بندوں کے حال کی خوب خبر رکھنے والا ہے، (آل عمران: 20)“۔ اسلام، قانون سے زیادہ اخلاقی قوت سے اصلاحی عمل شروع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (1): ”اور جو اپنے رب کے حضور جواب دہی کے تصور سے لرز جائے، اُس کے لیے دو جنتیں ہیں، (الرحمن: 46)“۔ (2): ”بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں ٹھہراتے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں اس حال میں خرچ کرتے ہیں کہ اُن کے دل (اس یقین کے ساتھ) ترساں رہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، (المؤمنون: 60-57)“۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (1) ”جو شخص اللہ کی خشیت سے رویا، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ واپس تھن میں چلا جائے اور (مجاہد کا) اللہ کی راہ میں اڑتا ہوا غبار اور جہنم کا دھواں یکجا نہیں ہو سکتے، (ترمذی 1633)“، (2) ”رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھتے ہوئے اپنے اصحاب کو اس دعا کی تعلیم فرماتے: ”اے اللہ! ہمیں اپنی ایسی خشیت عطا فرما جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے، (ترمذی 3502)“۔

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نو جوان تھا جو مسجد میں نماز باجماعت کا پابند تھا، حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے۔ اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا، اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا جو راستے میں کھڑے ہو کر اسے دروغاتی رہتی۔ ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا، وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا اور وہ اُسے لے کر گھر میں داخل ہو گئی، اس نو جوان کے دل میں اچانک اللہ کی یاد تازہ ہو گئی اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

”بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، جب انہیں کوئی شیطانی خیال ورغلایے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور بروقت ان کی چشم بصیرت وا ہو جاتی ہے، (الاعراف: 201)“۔ پھر وہ نو جوان بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نو جوان کو اٹھایا اور اسے اپنے گھر کے دروازے کے باہر چھوڑ آئیں۔ پھر واپس گھر نہ لوٹنے پر اُس کے والد اُس کی تلاش میں نکلے تو اُسے ایک دروازے پر بے ہوش پایا، پھر اُس کے گھر والے اُسے اٹھا کر گھر لے گئے۔ پس رات گئے جب وہ ہوش میں آیا تو اس کے باپ نے پوچھا: بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے، باپ نے پھر پوچھا تو پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے جب وہ اس آیت پر پہنچا تو پھر بے ہوش ہو کر گر گیا، انہوں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا تو وہ وفات پا چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دیا، کفن پہنایا اور جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا، صبح ہوئی تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، وہ اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی؟ اس

کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر پر لے چلو، پھر حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کی قبر پر گئے اور اُسے مخاطب کر کے کہا: اے نوجوان! اللہ کا وعدہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کے حضور جوابدہی کے تصور سے لرز جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے دو جنتیں دوبار عطا فرمائی ہیں، (مختصر تاریخ دمشق، رقم: 114، ج: 19، ص: 191-190)۔

الغرض اسلام افراد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اخلاقی تربیت پر زور دیتا ہے، کیونکہ اُس کی تحریک انسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب معاشرہ از حد بگڑ جائے، تو پھر قانونی نظام کو حرکت میں لانے اور تعزیرات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اہل مغرب نے اس حوالے سے اپنے نظام کو دانا و بینا بنا دیا ہے، ایسا نہیں کہ وہاں سب پاکیزہ خصلت لوگ ہوتے ہیں، بشری اور اخلاقی کمزوریاں اُن میں ہم سے زیادہ ہوتی ہیں، لیکن انہیں معلوم ہوتا ہے کہ قانون شکنی کی صورت میں وہ قانون کی گرفت سے بچ نہیں سکیں گے، گرد و پیش پر نظر رکھنے کے لیے انہوں نے ہر ایک کی حرکات کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ رکھنے کا ایک مربوط نظام وضع کیا ہوا ہے۔ ہمارے ہاں بھی سیف سٹی پر وجیکٹ کے بڑے دعوے کیے جاتے ہیں، لیکن کہیں کوئی واردات ہو جائے تو پتا چلتا ہے کہ کیمرے کی آنکھ بند رہی، وہ ناکارہ تھے، کیونکہ ایک مرتبہ نصب کرنے کے بعد ان کی نگرانی کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ملی بھگت سے کسی بڑی واردات سے پہلے اُس علاقے میں بجلی بند کر دی جاتی ہو۔

سواگر چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان جزیات کے تعاقب میں چل پڑیں گے تو وہ کھوجائیں گے اور بالآخر ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اصل کرنے کا جو کام ہے وہ نظام عدل کو نیچے سے لے کر اوپر تک شفاف، بے لاگ، سیاسی تسلط سے آزاد اور دانا و بینا بنانا ہے۔ جب نظام عدل ہی گل سڑ جائے، کرپشن کی دیمک اُسے چاٹ کھائے تو اس طرح کے اقدامات محض علامتی اور نمائشی رہ جاتے ہیں، کوئی جوہری تبدیلی نہیں آتی۔ حقیقی تبدیلی کے لیے دو ہی راستے ہیں: خدا ترسی پیدا کرو یا نظام کو دانا و بینا بنا دو، ہمارے ہاں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں اور اب الیکٹرانک میڈیا کا بے انتہا شور و غوغا بھی غیر مؤثر ہوتا جا رہا ہے، کیونکہ جس چیز میں بلیک میلنگ کا عنصر شامل ہو جائے، اُس کی ناکامی نوشتہ دیوار ہے۔

ہونا یہ چاہیے کہ عزت مآب چیف جسٹس، پاکستان کے نیک نام، دیانت دار اور اچھی ساکھ رکھنے والے سینیئر ڈاکٹروں کی ایک ٹیم بنائیں، وہ میڈیکل کالجوں کی منظوری کے لیے پی ایم ڈی سی کے معیارات کو دیکھیں اور پھر اس بات کا جائزہ لیں کہ ان معیارات کو کہاں کہاں نظر انداز کر کے طب کی تعلیم کو پاکستان کی سب سے زیادہ منفعہ بخش صنعت بنا دیا گیا ہے۔ پھر یہ ٹیم میڈیکل کالجوں کے لیے نئے معیارات مقرر کرے، معیاری ٹیچنگ اسپتال نہ رکھنے والے میڈیکل کالجوں کے الحاق کو یکسر منسوخ کر دے اور زیادہ سے زیادہ فیس کی حد مقرر کرے، اُس کے لیے چیک اینڈ بیلنس کا کڑا نظام ہو، ورنہ ڈاکٹر کم اور قصاب زیادہ پیدا ہوں گے۔ نرسری اسکول سے لے کر یونیورسٹیوں تک پورے پرائیویٹ نظام تعلیم کا جائزہ لینے کے لیے ایک جامع کمیشن کی ضرورت ہے، اس کمیشن کے لیے مناسب فنڈ قائم کیا جائے، پورے نظام کی اوور ہالنگ کی جائے اور ہر کام کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ مدت کا تعین کیا جائے۔